کیاآب زم زم سے میت کو غسل دینا جائز ہے؟

مجیب: محمدبلال عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-1301

تاریخ اجراء: 07جمادی الاولی1444ھ/02دسمبر2022ء

دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کیازم زم سے میت کو غسل دے سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسلمان میت پر حدث حکمی طاری ہوتا ہے یا حقیقی،اس حوالے سے علما کا اختلاف ہے،عامہ مشائخ کا یہی موقف ہے حدث حقیقی طاری ہوتا ہے یعنی میت کا جسم نجس ہوتا ہے جبکہ تحقیقی وراجح واصح قول یہ ہے کہ بمطابق حدیث مسلمان زندگی میں بھی ناپاک نہیں ہوتا اور مرنے کے بعد بھی ناپاک نہیں ہوتا،لہذا اس پر طاری ہونے والا حدث حکمی ہے جیسے زندگی میں حالت جنابت میں ہوتا ہے اور بے وضو شخص کے ساتھ ہوتا ہے اور ہمارے (احناف کے) نزدیک حدث حکمی خواہ غسل کی صورت میں ہو یا وضو کی صورت میں،اس کو زمزم کے پانی سے دور کرنا بلا کراہت جائز ہے جبکہ نجاست کو زمزم کے پانی سے دور کرنا جائز نہیں ہے۔پس راجح اور تحقیقی قول کے مطابق تو آب زمزم سے میت کو غسل دینا بلا کراہت جائز ہے لیکن جب عامہ مشائخ میت کو نجس مانتے ہیں تو احتیاط اسی میں ہے کہ زمزم کے پانی سے میت کو اولا غسل نہ دیا جائے بلکہ اولا دوسرے پانی سے میت کو مکمل غسل دے دیا جائے پھر غسل دینے کے بعد بطور تبرک اس پر آب زم زم کا پانی ڈال دیا جائے۔

میت کے حدث کی تفصیل:

ابو عبد اللہ حاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد نیشاپوری علیہ الرحمۃ (متوفی405ھ) مستدرک علی الصحیحین میں فرماتے ہیں: ”عن ابن عباس، قال: قال رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم: «لا تنجسوا موتاكم، فإن المسلم لا ينجس حيا أو ميتا» صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه“ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مردوں کو ناپاک نہ ٹھہراؤ، کہ مسلمان زندہ

ہو یا مردہ، ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے، لیکن انہوں نے اسے روایت نہیں کیا۔(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الجنائز، ج 1، ص 542، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

حلبۃ المجلی میں شمس الدین محمد بن محمد المعروف ابن امیر حاج (متوفی 879ھ) فرماتے ہیں: "واختلف في سبب وجوبه، **فمحمد بن شجاع ومَنْ وافقه: الحدث** لأن الموت سبب لاسترخاء المفاصل، وزوال العقل، **وعامة المشايخ نجاسة الموت**؛ لأن الآدمي حيوان دموي فيتنجس بالموت كسائر الحيوانات ونص في البدائع على أنه الأظهر۔ قلت: قد اخرج الحاكم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم لا تنجسوا موتاكم فان المؤمن فلا ينجس حيا ولا ميتا قال صحيح على شرط البخاری ومسلم وقال الحافظ ضياء الدين فی احكامه: "اسناده عندی علی شرط الصحیح "**فيترجح الاول**"ترجمہ: غسل میت کے واجب ہونے کے سبب کے متعلق اختلاف ہے، **پس محمد بن شجاع اور ان کے موافقین کہتے ہیں: سببِ وجوب حدث ہے**، کیونکہ موت، اعضاء کے ڈھیلے پڑنے اور زوالِ عقل کا سبب ہے۔**اور عامہ مشائخ فرماتے ہیں: سببِ وجوب موت کی نجاست ہے**، کیونکہ آدمی ایسا حیوان ہے جس میں خون ہوتا ہے تو یہ موت کی وجہ سے نجس ہو جاتا ہے جیسے سارے حیوان ہوتے ہیں، اور بدائع میں یہ صراحت فرمائی ہے کہ یہی زیادہ ظاہر ہے۔

میں کہتا ہوں: حاکم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اپنے مردوں کو نجس نہ قرار دو اس لئے کہ مومن حیات و موت کسی حالت میں نجس نہیں ہوتا"۔ اور کہا کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور حافظ ضیاء الدین نے اپنے احکام میں فرمایا: اس کی سند میرے نزدیک صحیح کی شرط پر ہے۔**تو اول کو ترجیح حاصل ہو گی**۔(حلبۃ المجلی، فصل فی صلاۃ الجنازۃ۔۔الخ، ج 2، ص 598، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ (متوفی 1340ھ) فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: "فثبت وللہ الحمد ان الحديث ينفی تنجس المسلم بالموت فوجب كما قال المحققان ترجيح ان غسله للحدث وقد قال فی البحر انه الاصح"ترجمہ: تو بحمد اللہ یہ ثابت ہو گیا کہ حدیث پاک سے موت کی وجہ سے مسلمان کے نجس ہونے کی نفی ہوتی ہے تو دونوں محققوں کے فرمان کے بموجب اس کی ترجیح ضروری ہے کہ غسلِ میت حدث کی وجہ سے ہے۔ اور بحر میں فرمایا ہے کہ "یہی اصح ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج 3، ص 407، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: "میت کے بارے میں علماء مختلف ہیں **جمہور کے نزدیک موت نجاست حقیقہ ہے اس تقدیر پر تو وہ پانی کہ غسل میت میں صرف ہوامائے مستعمل نہیں بلکہ ناپاک ہے اور بعض کے نزدیک نجاست حکمیہ ہے بحر الرائق وغیرہ میں اسی کو اصح کہااس تقدیر پر وہ پانی بھی مائے مستعمل ہے** اور ہماری تعریف کی شق اول میں داخل کہ اُس نے بھی اسقاط واجب کیا۔**اقول:** وللہذا ہم نے انسان کا پارہ جسم کہانہ مکلف کا کہ میت مکلّف نہیں۔اور تطہیر لازم تھی کہانہ یہ کہ اس کے ذمے پر لازم تھی کہ یہ تطہیر میت کے ذمّے پر نہیں احیاپر لازم ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج02، ص 45، رضافاونڈیشن، لاہور)

فتاوی امجدیہ میں حضرت علامہ مولانامفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ(متوفی 1367ھ) سے سوال ہوا کہ: "میت پاک ہے یا نجس؟"

جواب میں ارشاد فرمایا: "**مسلمان پاک ہے، زندہ ہو یا مردہ۔**" (فتاوی امجدیہ، ج1، حصہ 1، ص 331، مکتبہ رضویہ، کراچی)

زمزم سے حدث دور کرنا:

محمد بن علی بن محمد حصنی المعروف علاءالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمۃ(متوفی 1088ھ) در مختار میں فرماتے ہیں:" (یرفع الحدث) مطلقا (بماء مطلق)۔۔۔۔ (کماء سماء۔۔۔ (وماء زمزم) بلا کراھۃ"ترجمہ: ہر قسم کا حدث دور کیا جاسکتا ہے **مطلق پانی سے جیسے آسمان کا پانی اور زمزم کا پانی بغیر کسی کراہت کے۔**

اس کے تحت علامہ ابن عابدین محمد امین بن عمر دمشی حنفی علیہ الرحمۃ(متوفی 1252ھ) ردالمحتار میں فرماتے ہیں:" (قوله: مطلقا) أي سواء كان أكبر أو أصغر۔۔۔ (قوله: بلا كراهة)۔۔۔ وسيذكر الشارح في آخر كتاب الحج أنه يكره الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال. اهـ. فاستفيد منه أن نفي الكراهة خاص في رفع الحدث بخلاف الخبث."ترجمہ: ہر قسم کا حدث یعنی برابر ہے کہ اکبر (بڑا مثلا فرض غسل کی صورت میں) ہو یا اصغر (چھوٹا بے وضوئی والی حالت) اور عنقریب شارح کتاب الحج کے آخر میں ذکر فرمائیں گے کہ زمزم کے پانی سے استنجامکروہ ہے نہ کہ غسل کرنا۔ (شارح کی عبارت مکمل ہوئی۔) پس اس سے فائدہ حاصل ہوا کہ کراہت کی نفی حدث دور کرنے کے ساتھ خاص ہے بر خلاف نجاست کے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطھارۃ، ج1، ص 179، 180، دارالفکر، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ (متوفی 1340ھ) فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: "بالخصوص قابل ذکر مائے مبارک زمزم شریف ہے کہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک اُس سے وضو وغسل بلا کراہت جائز ہے اور ڈھیلے کے بعد استنجا مکروہ اور نجاست دھونا ممنوع۔۔۔ تنویر و در مختار میں ہے "یرفع الحدث مطلقا بماء مطلق کماء سماء واودية وعيون وابار وبحار وماء زمزم بلا كراهة وعن احمد يكره۔" (کسی قسم کا بھی حدث ہوا سے مطلق پانی سے دور کیا جاسکتا ہے جیسے آسمان کا پانی، وادیوں، چشموں، کنوؤں، نہروں، سمندروں اور زمزم کا پانی، زمزم کے پانی سے رفع حدث بلا کراہت ہوتا ہے جبکہ امام احمد سے مروی ہے کہ کراہت کے ساتھ ہوتا ہے۔) نیز جج در میں ہے: یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال" (ترجمہ: زمزم کے پانی سے استنجا مکروہ ہے غسل کرنا مکروہ نہیں۔) شامی میں ہے "وكذا ازالة النجاسة الحقيقية من ثوبه او بدنه حتى ذكر بعض العلماء تحريم ذلك اھ۔" (ترجمہ: اور اسی طرح بدن یا کپڑے سے نجاست حقیقیہ کا دور کرنا، یہاں تک بعض علماء نے تو اس کو حرام تک لکھ دیا ہے۔)

"اقول مطلق الكراهة للتحريم واطلاق الحرام على المكروه تحريما غير بعيد فلا خلف۔ نعم اذا استنجى بالمدر فالصحيح انه مطهر فلا يبقى الا اساءة ادب فيكره تنزيها بخلاف الاغتسال ففرق بيّن بين القصدي والضمني۔ هذا ما ظهر لي۔" (ترجمہ: میں کہتا ہوں مطلق کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے، اور حرام کا اطلاق مکروہ تحریمی پر کوئی بعید امر نہیں، تو کوئی مخالفت نہیں، ہاں اگر کسی نے ڈھیلے سے استنجا کر لیا تو صحیح یہ ہے کہ یہ پاک کرنے والا ہے تو ایسی صورت میں صرف سوءِ ادبی رہے گی اور مکروہِ تنزیہی ہوگا بخلاف غسل کے۔ پس ارادی اور ضمنی کاموں میں واضح فرق ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے لیے ظاہر ہوا۔)

اقول: یہ بھی دلیل واضح ہے کہ ہمارے ائمہ سے روایت صحیحہ طہارت مائے مستعمل ہے ورنہ غسل و استنجا میں فرق نہ ہوتا۔" (فتاوی رضویہ، ج02، ص452-453، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

میت کو زمزم سے غسل دینا:

محدث ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق مکی فاکہی علیہ الرحمۃ (متوفی 272ھ) اخبار مکۃ للفاکھی میں فرماتے ہیں: "حدثنا العباس بن محمد الدوري قال: ثنا سعيد بن عامر قال: ثنا صالح بن رستم أبو عامر الخزاز، عن ابن أبي مليكة قال: "كنت أول من بشر أسماء بالإذن في إنزال عبد الله بن الزبير، قال: فانطلقنا إليه، فما تناولنا منه شيئا إلا تابعنا، قال: وقد كانت أسماء وضع لها مركن فيه ماء زمزم، وشب يماني،

فجعلنا نناولها عضوا عضوا فتغسله، ثم نأخذه منها فنضعه في الذي يليه، فلما فرغت منه أدرجناه في أكفانه۔۔۔ وأهل مكة على هذا إلى يومنا يغسلون موتاهم بماء زمزم، إذا فرغوا من غسل الميت وتنظيفه جعلوا آخر غسله بماء زمزم تبركا به" ترجمہ: حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلے حضرت اسماء رضی اللہ تعالی عنہا کو، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما کے سولی سے اتارے جانے کی خوش خبری دی، پس ہم آپ کی طرف چلے تو جو بھی آپ کے جسم کا ٹکڑا پاتے اسے ساتھ لے لیتے، اور حضرت اسماء کے پاس ایک بڑا برتن رکھا گیا جس میں آبِ زمزم اور شب یمانی تھی، ہم نے حضرت عبد اللہ کے جسم مبارک کے ایک ایک عضو کو لینا شروع کیا اور حضرت اسماء اسے غسل دیتی گئیں، پھر ہم اس عضو کو وہاں سے لے کر اس کے ساتھ والے عضو کے قریب میں رکھ دیتے، پھر جب وہ اس سے فارغ ہوئیں تو ہم نے ان کو ان کے کفن میں رکھ دیا۔۔۔ اہل مکہ اس وقت سے لیکر آج تک اپنے مردوں کو آبِ زم زم سے یوں غسل دیتے ہیں کہ جب میت کو غسل دینے اور اس کی پاکی سے فارغ ہوتے ہیں تو آخر میں آبِ زم زم سے بطورِ تبرک اسے غسل دیتے ہیں۔ (أخبار مكة في قديم الدهر وحديثه، ج2، ص46، دار خضر، بيروت)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم